مرّوجہ نظامِ زمینداری اَور اِسلام

(قسط ۷)

از قلم : مولانا محمّد طاسین

امام ابوبکر الحازمی نے ناسخ و منسوخ احادیث پر اپنی کتاب میں جو طریقہ اختیار فرمایا ہے وہ یہ کہ پہلے وہ ایک مسئلہ کے متعلق وہ احادیث بیان کرتے ہیں جو ان کے نزدیک منسوخ ہوں اور پھر وہ احادیث نقل کرتے ہیں جو ان کی دانست میں ناسخ ہیں یا پھر ایک ہی ایسی حدیث ذکر کرتے ہیں جس میں ایک مسئلہ کے متعلق یہ تصریح ہوتی ہے کہ پہلے اس کی اجازت تھی بعد میں ممانعت وارد ہوئی، مزارعت کے متعلق بھی انہوں نے ایسا ہی کیا ہے، پہلے وہ احادیث ذکر کی ہیں جن سے اس معاملہ کی اجازت اور اباحت اخذ کی جاسکتی ہے پھر وہ حدیث نقل فرمائی ہے جس میں یہ صراحت ہے کہ اس معاملے کی نہی اور ممانعت اس کی اجازت کے بعد وجود میں آئی، عنوان کے الفاظ یہ ہیں "ذکر خبر یصرح بالاذن والنھی بعدہٗ" ذکر اس حدیث کا جس میں یہ تصریح ہے کہ مزارعت کی اجازت پہلے اور نہی بعد میں ہوئی، اور پھر اس عنوان کے تحت جو حدیث ذکر فرمائی وہ حسب ذیل ہے:

اخبرنا الفضل بن القاسم الصیکانی، انا الحسن بن احمد، انا احمد بن عبد اللہ، انا ابو اسحاق المزکی، انا مکی بن عبدان، ثنا جریر عن عبد العزیز وھو ابن رفیع:

عن رفاعۃ بن رافع بن خدیج	حضرت رفاعہ بن رافع بن خدیج سے
ان رجلا کانت لہ ارض فعجز	روایت ہے کہ (عہد رسالت میں) ایک
عنھا ان یزرعھا فجاءہ رجل	شخص کی زمین تھی جسے وہ کاشت کرنے
فقال لہ ھل لک ان ازرع ارضک	سے عاجز رہا، اس کے پاس ایک دوسرا

فما خرج منها من شيئ كان بيني
وبينك فقال نعم حتى اسأل
رسول الله صلى الله عليه وسلم
فسأله فلم يرجع اليه شيئا
قال فاتيت ابا بكرؓ وعمرؓ فقلت
لهما، فقالا ارجع اليه فرجعت
اليه الثانية فسألته فلم يرد
علي شيئا، فرجعت اليهما فقالا
انطلق فازرعها فانه لو كان حراما
نهاك عنه قال فزرعها الرجل
حتى اهتز زرعه واخضر و
كانت الارض على طريق لرسول الله
صلى الله عليه وسلم فمر بها يوما
فابصر الزرع فقال لمن هذه
الارض؟ فقالوا لفلان زارع بها
فلانا، فقالؐ ادعوهما الي جميعا
قال فاتيناه فقال لصاحب
الارض ما انفق هذا في ارضك
فرده عليه ولك ما اخرجت
ارضك.
(ص ۱۷۶، كتاب الاعتبار)

شخص آیا اور اس نے کہا کہ کیا آپ مجھے
اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ کی زمین
کاشت کروں اور جو پیدا ہو وہ میرے
اور آپ کے درمیان تقسیم ہو اس نے جواب
دیا ہاں یہ ہو سکتا ہے جبکہ میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں۔ چنانچہ
وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا
تو آپؐ نے کچھ جواب نہ دیا پھر وہ حضرت
ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور ان
سے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا پھر حضورؐ
کے پاس جاؤ اور دوبارہ پوچھو۔ چنانچہ
وہ پہنچا اور دریافت کیا تو آپؐ نے پھر
کوئی جواب نہ دیا۔ وہ پھر حضرت صدیقؓ
وفاروقؓ کے پاس لوٹا۔ انہوں نے اس
کی بات سن کر فرمایا جاؤ اور زمین مزارعت
پر دے دو کیونکہ اگر یہ معاملہ حرام ہوتا ۵
تو حضورؐ ضرور منع فرماتے، دوسرے شخص
نے مزارعت پر اس زمین کو کاشت کیا۔
یہاں تک کہ کھیتی لہلہائی اور سرسبز ہوئی
اور یہ زمین اس راستے پر واقع تھی جس سے
کبھی رسولؐ اللہ گزرتے تھے چنانچہ
ایک دن رسولؐ اللہ وہاں سے گزرے اور کھیتی دیکھ کر دریافت فرمایا کہ یہ کس کی زمین ہے
لوگوں نے بتلایا فلاں شخص کی ہے اور اس نے مزارعت پر فلاں کو دی ہے، آپؐ
نے فرمایا دونوں کو میرے پاس بلاؤ، جب دونوں آئے تو آپؐ نے زمین والے
سے فرمایا اس کاشتکار نے تیری زمین میں جو خرچہ کیا ہے اس کو دے دو اور زمین

سے جو پیدا ہو وہ تمہارا ہے، اس طرح اس معاملے کو ختم کر دینے کا حکم دیا

بہر حال اس حدیث کے الفاظ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد کچھ عرصہ ایسا بھی گزرا جس میں مزارعت کے جواز و عدم جواز کے متعلق کوئی شرعی حکم موجود نہ تھا۔ ایک موقع پر باوجود پوچھنے کے آپؐ نے کوئی جواب نہ دیا اور سکوت فرمایا، پھر وہ وقت بھی آیا کہ آپؐ نے اس معاملے کو فسخ کرنے کا حکم دیا اور اس سے قطعی طور پر نہائت واضح الفاظ میں منع فرمایا، لہٰذا اس سے امام ابوبکر الحازمی کا یہ مطلب لینا کہ نہی مزارعت کی حیثیت ناسخ کی ہے بالکل صحیح ہے اور پھر یہ ایک ایسے محدث کی رائے ہے جو فقہ و فہم حدیث میں ممتاز درجہ کے مالک ہیں۔

ترجیح کے طریقہ سے احادیث مزارعت کا جائزہ!

نسخ کے طریقہ سے احادیث مزارعت کا جائزہ لینے کے بعد اب ہم ترجیح کے طریقہ سے ان کا جائزہ لینا اور یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس طریقہ سے کونسی احادیث راجح اور کونسی مرجوح قرار پاتی ہیں۔

علماء اصول الحدیث اور فقہاء اصول الفقہ نے متعارض احادیث میں سے بعض کے بعض پر ترجیح کے جو قاعدے لکھے ہیں ان میں سے چند نمایاں قاعدے یہ ہیں:-

۱۔ جب دو متعارض حدیثوں میں سے ایک قولی ہو اور دوسری فعلی تو قولی کو فعلی پر ترجیح ہو گی۔

۲۔ جب دو متعارض احادیث میں سے ایک کسی چیز کی حرمت پر دلالت کرتی ہو اور دوسری اس چیز کی اباحت پر، تو حرمت والی حدیث کو اباحت والی حدیث پر ترجیح ہو گی۔

۳۔ جب دو متعارض حدیثوں میں سے ایک کے اندر عام اور کلی حکم اور دوسری کے اندر خاص اور جزوی حکم ہو تو عام اور کلی حکم والی حدیث کو

خاص اور جزوی حکم والی حدیث پر ترجیح ہو گی۔

۴۔ جب دو متعارض احادیث میں سے ایک اپنے مطلب کے لحاظ سے واضح و مفصل اور دوسری اپنے مطلب کے لحاظ سے مبہم و مجمل ہو تو اول الذکر کو ثانی الذکر پر ترجیح ہوتی ہے۔

۵۔ جب دو متعارض حدیثوں میں سے ایک کسی خاص واقعہ سے متعلق اور مقید ہو اور دوسری مطلق اور مجرّد ہو تو پہلی پر دوسری کو ترجیح ہو گی۔

۶۔ دو متعارض احادیث میں جس حدیث کی تائید دوسری احادیث سے ہوتی ہو اسے دوسری حدیث پر ترجیح ہو گی جس کی مؤید کوئی اور حدیث نہ ہو۔

۷۔ دو متعارض حدیثوں میں سے جس حدیث کے راوی متعدد صحابہ کرامؓ یا متعدد تابعینؒ ہوں اسے اس حدیث پر ترجیح ہوتی ہے جس کا راوی صرف ایک صحابی یا ایک تابعی ہو۔

۸۔ دو متعارض احادیث میں سے جس حدیث کا راوی خود وہ شخص ہو جس سے اس حدیث کے مضمون کا براہِ راست تعلق ہے اسے اس دوسری حدیث پر ترجیح ہوتی ہے جس کا راوی ایسا شخص ہو جس سے اس حدیث کا براہِ راست کوئی تعلق نہ ہو۔

۹۔ جب دو متعارض حدیثوں میں سے ایک کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نصًا اور صراحۃً ہو اور دوسری کی نسبت قیاسًا اور اجتہادًا ہو تو پہلی حدیث کو دوسری پر ترجیح ہو گی۔

۱۰۔ دو متعارض احادیث میں سے جب ایک کے مرفوع ہونے پر اتفاق ہو اور دوسری کے مرفوع ہونے میں اختلاف ہو تو جس کے مرفوع ہونے پر اتفاق ہے اسے اس حدیث پر ترجیح ہو گی جس کے مرفوع و موقوف ہونے میں اختلاف ہے۔

۱۱۔ جب دو متعارض حدیثوں میں سے ایک قرآن مجید کے ظاہری مطلب سے مطابقت رکھتی اور دوسری مطابقت نہ رکھتی ہو تو قرآن سے مطابقت رکھنے والی حدیث کو قرآن مجید سے مطابقت نہ رکھنے والی حدیث پر

ترجیح ہوگی۔

۱۲۔ دو متعارض احادیث میں سے جو حدیث عقل و قیاس کے مطابق ہو اُسے اس حدیث پر ترجیح ہوتی ہے جو عقل و قیاس کے مخالف ہو۔

۱۳۔ جب دو متعارض حدیثوں میں ایک حدیث کے راوی کا فتویٰ اور عمل اس کے مطابق ہو اور دوسری کے راوی کا فتویٰ اور عمل اس کے خلاف ہو تو اوّل الذکر کو ثانی الذکر پر ترجیح ہوتی ہے۔

۱۴۔ متعارض احادیث میں سے جو مطوّل و مفصل ہو اسے اس حدیث پر ترجیح ہوگی جو مختصر و مجمل ہو۔

۱۵۔ جب دو متعارض احادیث میں سے ایک کے اندر حکم لفظی طور پر مذکور اور منطوق ہو اور دوسری کے اندر معنوی طور پر مفہوم اور محتمل ہو تو پہلی قسم کی حدیث کو دوسری قسم کی حدیث پر ترجیح ہوتی ہے۔

متعارض احادیث میں سے ایک کے دوسری پر ترجیح کے یہ جو پندرہ قاعدے اور ضابطے بیان کئے گئے ہیں یہ عام و مشہور اور ہماری زیر بحث احادیث سے قریبی تعلق رکھتے ہیں ورنہ جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ علامہ ابوبکر الحازمی نے وجوہ ترجیح کی تعداد پچاس تک لکھی ہے اور علامہ السیوطی نے تدریب الراوی میں ایک سو تک اور علامہ العراقی نے التقیید والایضاح شرح مقدمہ ابن صلاح میں ایک سو دس ذکر کی ہیں جنکی تفصیل مذکورہ کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

مذکورہ پندرہ قاعدوں اور ضابطوں کی روشنی میں احادیث مزارعت کا گہرا اور تحقیقی جائزہ لیا جائے تو وہ احادیث جو مزارعت کے عدم جواز پر دلالت کرتی ہیں صاف طور پر راجح اور جو جواز پر دلالت کرتی ہیں مرجوح نظر آتی ہیں۔ اس کی کچھ تفصیل یہ کہ جو حضرات جواز مزارعت کے دعویدار ہیں وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں بالخصوص دو احادیث پیش کرتے ہیں: ایک حدیث خیبر جس پر قبل ازیں خاصی بحث ہوچکی ہے اور دوسری حضرت طاؤس کی روائت کردہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس سے مزارعت کا غیر اولیٰ اور

غیر اخلاقی معاملہ ہونا ظاہر ہوتا ہے اور جس پر پہلے کچھ بحث کی گئی ہے، اور جو حضرات مزارعت کے عدم جواز کے قائل ہیں وہ حضرت جابرؓ، حضرت ابوھریرۃؓ حضرت ابوسعید الخدریؓ، حضرت ظہیر بن رافع، حضرت رافعؓ بن خدیج، حضرت عائشہؓ صدیقہ، حضرت زیدؓ بن ثابت، حضرت ثابتؓ بن الضحاک، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کی مذکورہ سابق احادیث سے استدلال کرتے ہیں، ان حضرات کی احادیث جن وجوہ کی بنا پر حدیثِ خیبر پر ترجیح رکھتی اور راجح قرار پاتی ہیں ان میں سے ایک وجہ یہ کہ حدیثِ خیبر فعلی حدیث ہے اور یہ قولی احادیث ہیں، دوسری وجہ یہ کہ حدیث خیبر مزارعت کی اباحت پر دلالت کرتی ہے اور یہ احادیث اس کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں، تیسری وجہ یہ کہ حدیثِ خیبر ایک مخصوص جزوی واقعہ سے تعلق رکھتی اور ایک محدود اور مقید حکم پر دلالت کرتی ہے جبکہ یہ دوسری احادیث اپنے اندر عموم کے ساتھ ایک کلی قانون رکھتی ہیں، چوتھی وجہ یہ کہ حدیثِ خیبر میں جس معاملے کا ذکر ہے وہ یقینی طور پر مزارعت نہیں بلکہ اس کے متعلق جہاں یہ احتمال ہے کہ وہ مزارعت ہو وہاں یہ احتمال بھی ہے کہ مزارعت نہ ہو بلکہ خراج مقاسمت کا معاملہ ہو جبکہ ان دوسری احادیث میں جو نہی مزارعت پر دلالت کرتی ہیں۔ مزارعت کی تصریح ہے۔ پانچویں وجہ یہ کہ حدیث خیبر اپنے اصل کے لحاظ سے ایک ہی حدیث ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں دوسری احادیث اپنے اصل کے اعتبار سے متعدد احادیث ہیں چھٹی وجہ یہ کہ حدیث خیبر کی کسی دوسری مرفوع حدیث سے تائید نہیں ہوتی جبکہ اس کے بالمقابل ہر حدیث کی دوسری احادیث سے تائید ہوتی ہے، ساتویں وجہ یہ کہ حدیثِ خیبر قرآن مجید کے اس اصولی تصوّر سے مطابقت نہیں رکھتی جو معاشی معاملات کے جواز و عدم جواز سے متعلق اس میں پایا جاتا ہے جبکہ اس کے بالمقابل احادیث، قرآن مجید کے اصولی تصوّر سے مطابقت رکھتی ہیں، آٹھویں وجہ یہ کہ حدیثِ خیبر کے راویوں جیسے عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، ابوہریرہ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کا فتویٰ اور عمل حدیث خیبر کے خلاف تھا یعنی وہ مزارعت کو ناجائز سمجھتے اور کہتے تھے۔

جبکہ اس کے بالمقابل دوسری احادیث کے راویوں کا فتویٰ اور عمل ان کے مطابق تھا۔ جیسے حضرت جابرؓ، حضرت رافع بن خدیج، ظہیر بن رافعؓ اور اسید بن ظہیر وغیرہ۔ نویں وجہ یہ کہ حدیث خیبر میں جس معاملے کا ذکر ہے اگر بالفرض اسے مزارعت کا معاملہ مان لیا جائے تو غیر مسلم ذمیوں کی حد تک تو اس کا جواز حتمی ہوگا لیکن مسلمانوں کی حد تک حتمی نہ ہوگا کیونکہ اس میں کوئی ایسے الفاظ موجود نہیں جو مسلمانوں کے درمیان اس کے جواز پر دلالت کرتے ہیں، جبکہ نہی مزارعت والی احادیث میں ایسے الفاظ موجود ہیں جو پوری صراحت کے ساتھ مسلمانوں کے مابین اس معاملہ کے عدم جواز پر دلالت کرتے ہیں، دسویں وجہ یہ کہ حدیث خیبر میں ایسے الفاظ موجود ہیں جو یہ بتلاتے ہیں کہ یہود کی حد تک بھی یہ معاملہ عارضی اور خاص حالات کے ساتھ مشروط مقید تھا یعنی مستقل اور مطلق نہ تھا جس کا مطلب یہ کہ اس حدیث مزارعت کا جو جواز مستنبط ہوتا ہے وہ عارضی اور مقید ہے جبکہ نہی مزارعت والی احادیث سے جو عدم جواز ثابت ہوتا ہے وہ مستقل اور مطلق ہے۔

میں صرف ان دس وجوہ کے بیان پر اکتفاء کرتا ہوں ورنہ اور بھی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں جن کی بنا پر حدیث خیبر کے بالمقابل نہی مزارعت والی احادیث کو ترجیح حاصل ہے اور وہ اس کے مقابلہ میں زیادہ قابل اعتماد ہیں۔

اس کے بعد اب اس دوسری حدیث کو لیجئے جو حضرت ابن عباس کی طرف منسوب اور جس کے واحد راوی حضرت طاؤس بن کیسان ہیں اور جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گو کراہیت کے ساتھ سہی لیکن مزارعت جائز ہے بالفاظ دیگر اگرچہ اخلاقاً نہ سہی لیکن قانوناً جائز ہے۔ ترجیح کے طریقہ سے جب اس حدیث کا نہی مزارعت والی احادیث سے موازنہ کیا جائے تو کئی وجوہ سے یہ حدیث مرجوح اور عدم جواز والی احادیث راجح نظر آتی ہیں: مثلاً پہلی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں ابن عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے جو بات فرمائی ہے یعنی یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت کو نہ حرام کہا اور نہ اس سے روکا ہے بلکہ بطور ترغیب صرف یہ فرمایا ہے کہ تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ تم اپنی

زمین دوسرے کو کاشت کے لئے بلامعاوضہ دے دو۔ یہ بات دراصل ان الفاظ کے ساتھ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بات نہیں بلکہ ابن عباس کی بات ہے۔ جو انہوں نے کسی حدیث سے بذریعہ اجتہاد و استنباط سمجھی اور پھر اپنے الفاظ میں بیان فرمائی۔ لہٰذا اس حدیث سے مزارعت کا جو جواز نکلتا ہے اسے قطعیت کے ساتھ ابن عباس کی طرف تو منسوب کیا جاسکتا ہے لیکن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا اور اس حدیث کی بنیاد پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مزارعت کو جائز فرمایا ہے جبکہ اس کے بالمقابل مزارعت کے عدم جواز والی جو احادیث ہیں ان میں خود رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ایسے الفاظ مذکور ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مزارعت کو ناجائز فرمایا ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ حضرت ابن عباس کی یہ حدیث مزارعت کی اباحت پر دلالت کرتی ہے جبکہ اس کے بالمقابل دوسری احادیث اس کی تحریم پر دلالت کرتی ہیں تیسری وجہ یہ کہ اس حدیث کے راوی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے صرف ابن عباس ہیں اور عدم جواز والی احادیث کے راوی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے متعدد صحابہ کرام ہیں۔ چوتھی وجہ یہ کہ ابن عباس سے اس حدیث کو روایت کرنے والے صرف ایک تابعی طاؤس بن کیسان ہیں۔ حالانکہ عدم جواز والی احادیث کو روایت کرنے والے تابعین کی بڑی جماعت ہے پانچویں وجہ یہ کہ حضرت ابن عباس کی اس حدیث کی تائید کسی دوسری حدیث سے نہیں ہوتی جبکہ عدم جواز والی ہر حدیث کی دوسری متعدد احادیث سے تائید ہوتی ہے۔ چھٹی وجہ یہ کہ حضرت ابن عباسؓ کا تعلق زراعت پیشہ خاندان سے نہیں بلکہ تجارت پیشہ خاندان سے تھا لہٰذا معاملۂ مزارعت کا ان سے براہ راست کوئی تعلق نہ تھا، جبکہ حضرت جابرؓ، حضرت ظہیرؓ، حضرت اسیدؓ، حضرت رافع بن خدیج وغیرہ کا انصار کے زراعت پیشہ خاندانوں سے تعلق تھا لہٰذا یہ معاملہ ان کے گھر کا معاملہ تھا۔ ساتویں وجہ یہ کہ اس حدیث کے راوی خود ابن عباسؓ کا فتویٰ اس کے خلاف تھا اور وہ مزارعت کو فاسد معاملہ کہتے اور اس سے روکتے تھے جیسا کہ پیچھے نقل کردہ بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے، حالانکہ

اس کے بالمقابل احادیث کے راویوں کا فتویٰ اور عمل اپنی روائت کردہ احادیث کے خلاف ثابت نہیں۔ آٹھویں وجہ یہ کہ ابن عباسؓ کی یہ حدیث قرآنی تصوّرِ معاملات کے مطابق نہیں جبکہ عدم جواز والی احادیث اس کے مطابق ہیں۔ نویں وجہ یہ کہ ترجیح کے قاعدوں میں سے ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ متعارض حدیثوں میں سے جس کے اندر زجر و تہدید اور عذاب کی دھمکی ہو اسے بالمقابل حدیث پر ترجیح ہوتی ہے اور چونکہ مزارعت کے عدم جواز والی احادیث میں سے بعض کے اندر اس معاملہ کو نہ چھوڑنے والوں کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے جنگ کی تہدید اور دھمکی ہے۔ لہٰذا اس حدیث ابن عباسؓ پر ان کو ترجیح حاصل ہے۔
اسی طرح دو متعارض حدیثوں میں سے جس حدیث کے الفاظ میں زیادہ اختلاف ہو اس پر اس دوسری حدیث کو ترجیح ہوتی ہے جس کے الفاظ میں اختلاف نہ ہو یا کم اختلاف ہو، اور چونکہ حضرت طاؤوس کی روائت کردہ ابن عباسؓ کی زیرِ بحث حدیث میں بہت زیادہ اختلاف ہے، محدّث ابوبکر الحازمی نے کتاب الاعتبار میں اس حدیث کے متعلق لکھا ہے:

هذا الحديث له طرق و فيه اختلاف الفاظ لا يمكن حصرها في هذا المختصر (ص ۱۸۱)	یہ حدیث ایسی ہے کہ اس کے بہت سے طرق ہیں اور اس میں الفاظ کا اتنا زیادہ اختلاف ہے جس کا احاطہ اس مختصر کتاب میں ممکن نہیں۔

اس حدیث کے الفاظ میں جو اختلاف ہے اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:—

(۱) قال طاؤس ان ابن عباس اخبرني ان النبي صلى الله عليه وسلم لم ينه عنها و قال لان يمنح احدكم اخاه خير له من ان يأخذ عليها خراجا معلوما (بخاری، ابن ماجہ، ابوداؤد)	طاؤس نے کہا کہ ابن عباسؓ نے اس کو بتلایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع نہیں کیا اور فرمایا تم میں سے ایک کا اپنے بھائی کو اپنی زمین مفت دے دینا اس کے لئے بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ اس کے بدلے کوئی متعین چیز

وصول کرے

(۲) عن طاؤس عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یحرم المزارعۃ ولکن امر او اراد ان یرفق بعضھم ببعض
(ص ۲۳۸ - جامع الترمذی)

طاؤس نے ابن عباسؓ سے روائت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت کو حرام نہیں ٹھہرایا بلکہ حکم دیا یا چاہا کہ ان میں سے بعض دوسرے بعض کے ساتھ نرمی و مہربانی سے پیش آئیں ۔

(۳) عن طاؤس عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یحرم کراء الارض ولکنہ امر بمکارم الاخلاق

طاؤس سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کراء الارض کو حرام نہیں ٹھہرایا بلکہ آپؐ نے مکارم اخلاق کا حکم دیا ہے ۔

سنن النسائی کی ایک روائت کے الفاظ ہیں :

(۴) فابی طاؤس وقال سمعت ابن عباس لا یری بذلک بأسا

طاؤس نے ماننے سے انکار کیا اور کہا میں نے ابن عباسؓ سے سنا ہے وہ اس میں کچھ حرج محسوس نہیں کرتے تھے ۔

(۵) عن طاؤس عن ابن عباس انہ لما سمع اکثار الناس فی کراء الارض قال سبحان اللہ انما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا منحھا احدکم اخاہ ولم ینہ عن کراءھا ۔
(ص ۱۷۹ - سنن ابن ماجہ)

طاؤس نے ابن عباسؓ سے روائت کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے جب سنا کہ لوگ زیادہ سختی کر رہے ہیں کراء الارض کے متعلق تو سبحان اللہ کہہ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف یہ فرمایا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ تم میں سے ایک اپنی زمین اپنے بھائی کو یونہی دے دے اور آپؐ نے کراء الارض سے منع نہیں فرمایا ۔

(۶) عن طاؤس حدثنی اعلمھم بذلک یعنی ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج الی

طاؤس نے کہا مجھ سے بیان کیا اس نے جو اس کا ان سب سے زیادہ علم رکھتا ہے یعنی ابن عباس نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ارض تهتز زرعا فقال لمن هذه	ایک زمین کی طرف نکلے جو کھیتی سے لہلہا
فقالوا اکتراها فلان فقال اما	رہی تھی آپ نے پوچھا یہ کس کی ہے. لوگوں
انه لو منحها اياه كان خيرا له من	نے بتلایا کہ فلاں شخص نے اس کو کرائے
ان يأخذ عليها اجرا معلوما	پر دے رکھا ہے، اس پر آپ نے فرمایا اگر
(ص ۳۵۸ - ج ۱ - صحیح البخاری)	وہ اس کو بلا معاوضہ دے دیتا تو اس کے

کے لئے بہتر ہوتا بنسبت اس کے کہ اس کے بدلے مقررہ اجرت و کرایہ لیتا۔

ان روایات کے متون میں جو لفظی اختلاف ہے یہ حضرت طاؤس یا ان کے شاگرد کا پیدا کردہ ہے حضرت ابن عباس رضؓ سے ایک ہی حدیث جو انہوں نے سنی تھی اس کو مختلف اوقات میں انہوں نے مختلف الفاظ سے بیان کیا مقصد سب صورتوں میں ان کا ایک ہی رہا۔ وہ یہ کہ زمین والے کے لئے بہتر یہ ہے کہ اپنی زمین دوسرے کو کاشت کے لئے مفت بلا معاوضہ دے لیکن اگر کوئی مفت نہیں دیتا معاوضہ پر دیتا ہے تو یہ بھی حرام نہیں زیادہ سے زیادہ مکروہ ہی ہو سکتا ہے، بہرحال ایک ہی راوی کی ایک روائت کے الفاظ میں اتنا زیادہ اختلاف پایا جانا، روائت کی استنادی حیثیت کو کمزور کر دیتا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے مقابلہ میں مرجوح ہے جو نہی مزارعت سے متعلق متعدد صحابہ کرام سے مروی ہیں۔

پھر جہاں تک اس حدیث کے واحد راوی حضرت طاؤس بن کیسان کا تعلق ہے اس معاملے میں ان کا موقف عجیب سا ہے ایک طرف تو وہ حدیث ابن عباس سے یہ مطلب لیتے ہیں کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا منشاء یہ ہے کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کو اپنی زمین بغیر کسی خراج و اجر کے مفت دیں کیونکہ یہ صورت اس کے مقابلہ میں ان کے لئے خیر و بہتر ہے کہ وہ اس کے بدلے کسی شکل میں کوئی معاوضہ وصول کریں خواہ وہ پیداوار زمین کے ایک حصّہ کی شکل میں ہو یا نقد دراہم و دنانیر کی شکل میں، دوسری طرف وہ سونے چاندی یعنی درہم و دینار کے بدلے کراء الارض کو حرام کہتے ہیں، مثلاً سنن النسائی میں ہے:۔

عن عمرو بن دينار قال كان طاؤس يكره ان يواجر ارضه بالذهب والفضة ولا يرى بأسا بالثلث والربع	حضرت عمرو بن دینار نے روائت کرتے ہوئے کہا کہ حضرت طاؤس اس کو حرام سمجھتے تھے کہ زمین سونے چاندی کے عوض اجارہ پر دیں اور تہائی و چوتھائی پیداوار پر دینے میں کچھ حرج نہ دیکھتے تھے۔

جہاں تک ان کی روائت کردہ حدیث ابن عباسؓ کا تعلق ہے اس سے کراء الارض کی ہر شکل کا خواہ وہ پیداوار کے ایک حصہ کے بدلے ہو یا سونے چاندی یعنی دینار و درہم کے بدلے ایک ہی حکم معلوم ہوتا ہے یعنی یہ کہ حرام نہیں غیر اولیٰ ہے، لیکن وہ حدیث کے برخلاف کراء الارض بالنقدین کو حرام فرماتے ہیں، اگر یہاں یہ کہا جائے کہ وہ کراء الارض بالنقدین کو حضرت جابر اور حضرت رافع بن خدیج وغیرہ کی احادیث کی بنا پر حرام سمجھتے تھے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ان دوسرے صحابہ کرام کی احادیث ان کے نزدیک صحیح اور قابل اعتماد تھیں تو ان میں مزارعت و مخابرت کی بھی اسی طرح ممانعت تھی جس طرح دراہم و دنانیر کے بدلے کراء الارض کی ممانعت تھی تو پھر وہ ان احادیث کی بنا پر مزارعت کی حرمت کے کیوں قائل نہ ہوئے، کہیں ایسا تو نہیں جو ان کے ہمعصر اور ہم پایہ بعض تابعین کرام نے کہا ہے کہ چونکہ وہ خود مزارعت پر عمل پیرا تھے اور انہوں نے اپنی زمین مزارعت پر دے رکھی تھی۔ لہٰذا وہ اسے جائز کہتے تھے۔ حضرت طاؤس بن کیسان مزارعت پر عمل پیرا تھے اس کا ایک ثبوت صحیح البخاری کی اس حدیث سے فراہم ہوتا ہے جو اس طرح ہے۔

قرآن

چاہتا ہے کہ

● اس پر ایمان لایا جائے ● اسے پڑھا جائے
● اسے سمجھا جائے ● اس پر عمل کیا جائے۔

اور اسے دوسروں تک پہنچایا جائے

● آپ کا فرض ہے کہ آپ حسب استعداد ان حقوق کی ادائیگی کا بندوبست کیجیے۔